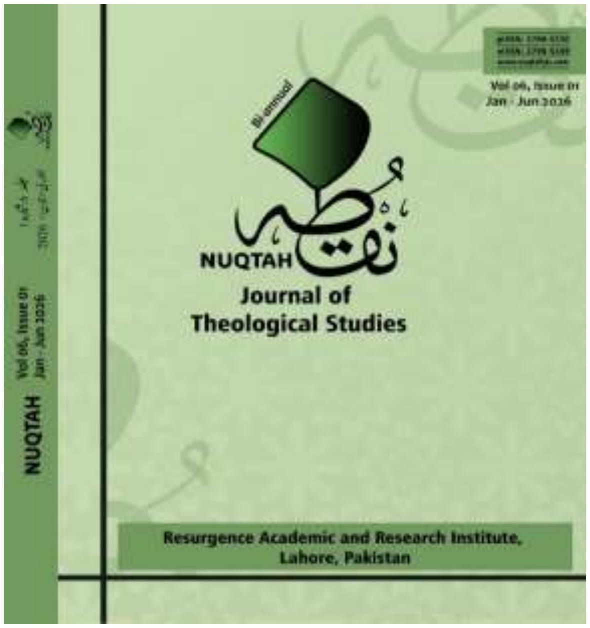

Nuqtah Journal of Theological Studies

Editor: Dr Shumaila Majeed

(Bi-Annual)

Languages: English, Urdu, Arabic

p-ISSN: 2790-5330 e-ISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published by

Resurgence Academic and Research Institute Lahore (53720), Pakistan

Email: editor@nuqtahjts.com

عصر حاضر میں الفاظِ لعن کا استعمال: معاشرتی اثرات، نفسیاتی نتائج اور اصلاحی تعلیمات کا تحقیقی جائزہ

The Use of Cursing Language in the Contemporary Era: A Research Review of Social Effects, Psychological Consequences, and Reformative Teachings

Muhammad Ismail
.MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, Alhamd Islamic University, Quetta, Pakistan
Email: muftimuhammadismail56@gmail.com

Dr. Syed Muhammad Haroon Agha
.Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Alhamd Islamic University, Quetta, Pakistan
Email: aghaharoon00@gmail.com

Published online: 16 March, 2026

View this issue

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

Abstract

In the contemporary era, the use of cursing and offensive language has become increasingly prevalent, especially with the rise of digital communication platforms and social media. Such language not only reflects negative emotions but also influences social behavior, leading to conflicts, misunderstandings, and a decline in mutual respect within families, workplaces, and communities. The normalization of abusive speech can foster a culture of aggression and disrespect, affecting both personal relationships and broader societal harmony. This study also highlights the reformative aspects, emphasizing the role of ethical teachings, religious guidance, and social education in curbing the use of harmful language. By promoting awareness, constructive communication, and moral responsibility, individuals and societies can mitigate the adverse effects of cursing while fostering empathy, respect, and positive interpersonal relations. Efforts toward reform can transform communication patterns, encouraging a more harmonious and respectful social environment.

Keywords: Cursing, Offensive Language, Social Impact, Ethical Guidance, Communication, Interpersonal Relations, Moral Reform.

تعارف

عصر حاضر میں زبان انسانی زندگی کا ایک نہایت اہم عنصر ہے جو صرف رابطے کا ذریعہ نہیں بلکہ انسانی رویوں، اخلاقی اقدار، ثقافتی روایات اور معاشرتی نظم کی عکاسی بھی کرتی ہے۔ زبان کے ذریعے انسان اپنے جذبات، خیالات اور احساسات کا اظہار کرتا ہے، اور اسی کے ذریعے معاشرتی تعلقات قائم اور مضبوط ہوتے ہیں۔ تاہم، زبان کا منفی استعمال، خاص طور پر الفاظِ لعن اور توہین آمیز زبان کا بڑھتا ہوا استعمال، ایک سنگین سماجی مسئلہ بن چکا ہے جو معاشرتی ہم آہنگی، بین الشخصی تعلقات اور اخلاقی اقدار پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ الفاظِ لعن، عام طور پر غصے، اشتعال، تناؤ یا بداعتمادی کے مظاہر کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، مگر جدید دنیا میں اس کا دائرہ وسیع اور پیچیدہ ہو گیا ہے۔ سوشل میڈیا، چیٹ ایپس اور دیگر ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے افراد کو فوری اظہار رائے کے مواقع فراہم کیے ہیں، جس کے نتیجے میں اکثر اوقات لوگ بغیر سوچے سمجھے یا جذباتی طور پر برہم ہو کر توہین آمیز الفاظ استعمال کر دیتے ہیں۔ اس سے نہ صرف انفرادی بلکہ معاشرتی سطح پر بھی منفی اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ الفاظِ لعن کا استعمال ذہنی اور جذباتی صحت پر برا اثر ڈال سکتا ہے۔ افراد میں چڑچڑاپن، اضطراب، نفسیاتی دباؤ اور جذباتی بے چینی میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ رویہ نہ صرف خود فرد کی شخصیت کو متاثر کرتا ہے بلکہ آس پاس کے لوگوں کے ساتھ تعلقات کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ خاندان، دوست، تعلیمی ادارے اور کام کی جگہیں تمام ہی ایسے ماحول میں جہاں توہین آمیز الفاظ استعمال ہوں تشدد، جھگڑوں اور رشتوں کے بگاڑ کا شکار ہو سکتے ہیں۔ معاشرتی سطح پر بھی الفاظِ لعن کے اثرات واضح ہیں۔ ایک معاشرہ جس میں توہین آمیز زبان عام ہو، وہاں احترام، اعتماد اور تعاون کے جذبات کمزور پڑ جاتے ہیں۔ معاشرتی رابطے ٹوٹتے ہیں، اور ایک ایسے کلچر کی بنیاد پڑ جاتی ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ عدم برداشت، اشتعال اور نفرت کے جذبات کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف سماجی ہم آہنگی کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ قانونی اور اخلاقی حدود کو بھی متاثر کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، سوشل میڈیا پر ہتک عزت، نفرت انگیز تقریر اور آن لائن بدسلوکی کے بڑھتے ہوئے واقعات نوجوانوں میں منفی سوچ، عصبی رجحانات اور معاشرتی تشدد کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس کے باوجود، الفاظِ لعن کے مسائل کا حل صرف پابندی یا سخت قوانین سے ممکن نہیں۔ اخلاقی تعلیمات، سماجی تربیت اور شعوری رہنمائی اس کے اہم پہلو ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں زبان کی حفاظت پر خاص زور دیا گیا ہے۔ قرآن و سنت میں واضح ہے کہ انسان کو اپنی زبان پر قابو پانا چاہیے، اور ہر قسم کے بد زبانی اور توہین آمیز کلمات سے اجتناب کرنا لازمی ہے۔ اسی طرح دیگر مذہبی اور اخلاقی نظام بھی زبان کے مثبت استعمال اور ادب کے فروغ پر زور دیتے ہیں۔

اصلاحی پہلو پر غور کیا جائے تو دیکھا جاتا ہے کہ افراد میں شعور اور اخلاقی تربیت کے ذریعے توہین آمیز الفاظ کے استعمال کو کم کیا جا سکتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں اخلاقیات، ذاتی اور سماجی ذمہ داری، اور مثبت کمیونیکیشن کی تعلیم دینے سے نوجوان نسل میں بہتر رویے کی ترغیب دی جا سکتی ہے۔ خاندان میں والدین کی رہنمائی، اور سماجی حلقوں میں احترام، ہمدردی اور برداشت کی ترغیب، زبان کی اصلاح کے لیے بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر اصلاحی اقدامات بھی ضروری ہیں۔ آن لائن اخلاقیات کی تربیت، ہراسانی اور نفرت انگیز تقریر کی نگرانی، اور مثبت آن لائن کلچر کی ترویج معاشرتی اصلاح میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

عصر حاضر میں الفاظِ لعن کا استعمال نہ صرف فرد کی شخصیت اور جذباتی صحت پر منفی اثر ڈالتا ہے بلکہ معاشرتی ہم آہنگی، احترام اور تعاون کے جذبے کو بھی متاثر کرتا ہے۔ اس کے اثرات کو کم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ افراد میں اخلاقی شعور، سماجی تربیت اور مثبت زبان کے استعمال کی ترغیب دی جائے۔ دینی اور سماجی تعلیمات، تعلیمی اداروں کی تربیتی سرگرمیاں، اور آن لائن پلیٹ فارمز کی نگرانی مل کر ایک ایسا ماحول قائم کر سکتی ہیں جہاں احترام، برداشت اور ہمدردی کے جذبات فروغ پائیں، اور توہین آمیز زبان کے منفی اثرات کم ہوں۔

عوامی گفتگو اور روزمرہ اسالیب میں کلماتِ لعن کا در آنا

عوامی زندگی میں زبان کا بے لگام ہونا اور کلماتِ لعن کا استعمال ایک ایسی سماجی بیماری ہے جس کی جڑیں اخلاقی پستی میں پیوست ہیں۔ احادیثِ مبارکہ کے ذخیرے میں زبان کی حفاظت اور لعن طعن سے بچنے کے حوالے سے جو ہدایات ملتی ہیں، وہ موجودہ دور کے عوامی اسالیبِ گفتگو کے لیے ایک جامع ضابطہ اخلاق فراہم کرتی ہیں۔ معاصر معاشرے میں لعنت کا لفظ جس طرح معمولی باتوں پر استعمال کیا جاتا ہے، وہ براہِ راست ارشاداتِ نبوی ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔ عوامی گفتگو میں کثرت سے لعنت کرنے والوں کے لیے سب سے بڑی تنبیہ وہ حدیث ہے جس میں مومن کی بنیادی صفت بیان کی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءِ " [1]

مومن نہ تو طعنے دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ بے حیا ہوتا ہے اور نہ بدزبان۔

عوامی اسلوب میں لوگ ایک دوسرے کو "تجھ پر لعنت" کہتے وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ کلمہ فضا میں معلق نہیں رہتا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ العَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ... فَإِنْ وَجَدَتْ مَسَاغًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا "[2]

جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے... اگر وہ (مخاطب کو) اس کا مستحق پاتی ہے تو ٹھیک، ورنہ کہنے والے کی طرف لوٹ آتی ہے۔

عوامی گفتگو میں بے جا لعنت کرنا گویا خود کو اللہ کی رحمت سے دور کرنے کی دعوت دینا ہے۔ اگر مخاطب اس کا اہل نہ ہو اور عموماً مسلمان بھائی اس کا اہل نہیں ہوتا تو وہ لعنت لازمی طور پر کہنے والے پر واقع ہو جاتی ہے۔ یہ تصور عوامی اسلوب کو درست کرنے کے لیے سب سے بڑا محرک ہونا چاہیے۔ عوامی سطح پر لعنت کو معمولی سمجھنے والوں کے لیے یہ حدیثِ مبارکہ ایک تازیانہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيقٍ أَنْ يَكُونَ لَعَّانًا " [3]

کسی صدیق (سچے مومن) کے لیے یہ زیبا نہیں کہ وہ بہت زیادہ لعنت کرنے والا ہو۔

"بہت زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ تو گواہ بن سکیں گے اور نہ ہی شفاعت کرنے والے"۔ لعنت زبان کی ایسی نحوست ہے جو انسان کے روحانی مقام کو گرا دیتی ہے۔ روزمرہ کی گفتگو میں جب یہ اسلوب عام ہو جاتا ہے تو معاشرے سے "صدق" اور "امانت" رخصت ہو جاتی ہے۔ عوامی گفتگو میں کلماتِ لعن کا در آنا محض ایک اخلاقی برائی نہیں بلکہ ایک مہلک گناہ ہے، بدزبانی اور لعن طعن مومن کے شایانِ شان نہیں۔ لعنت کرنے والا دوسروں کو رحمت سے دور کرنا چاہتا ہے مگر وہ خود اس کی زد میں آ جاتا ہے۔ لعنت کا عادی شخص قیامت کے دن شفاعت کے منصب سے محروم رہے گا۔ عوامی اسلوب کی اصلاح کے لیے ان احادیث کی ترویج لازمی ہے تاکہ معاشرہ اس لسانی گندگی سے پاک ہو سکے۔

گھریلو زندگی اور تربیتِ اطفال میں لعنت ملامت کا رواج

خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے، اور گھر وہ پہلی درسگاہ ہے جہاں سے ایک فرد کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے عصرِ حاضر میں مسلم معاشرے کے گھریلو ماحول میں "لعنت ملامت" اور سخت کلامی کا رواج ایک وبائی صورت اختیار کر چکا ہے۔ والدین اور بڑے بزرگ، جو بچوں کے لیے رول ماڈل (قدوہ) ہونے چاہیے تھے، بسا اوقات معمولی غلطیوں پر بچوں کو "ملعون" یا "لعنتی" جیسے کلمات سے نوازتے ہیں۔ گھر کے اندر لعنت کا استعمال نہ صرف برکت کے زوال کا باعث ہے بلکہ یہ نسلِ نو کی ذہنی و اخلاقی نشو و نما کو بھی اپاہج کر دیتا ہے۔ گھریلو زندگی میں زبان کی حفاظت کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات نہایت واضح ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللَّهِ سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ، فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ" [4]

اپنے آپ کو بددعا نہ دو، اپنی اولاد کو بددعا نہ دو، اور اپنے مال و اسباب کو بددعا نہ دو؛ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اللہ کی طرف سے (قبولیت کی) ایسی گھڑی میں سوال کر بیٹھو جس میں جو مانگا جائے وہ دے دیا جاتا ہے، پھر وہ تمہاری بددعا قبول کر لے۔

تربیت کا نبوی طریقہ "تادیب" (اصلاح) ہے، نہ کہ "تعذیب" (تکلیف دینا)۔ گھر میں جب ماں یا باپ لعنت کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، تو وہ گویا اپنے گھر سے فرشتوں اور برکتوں کو رخصت کرنے کا سامان کرتے ہیں۔ جدید نفسیاتی تحقیقات اور اسلامی اخلاقیات کا امتزاج یہ بتاتا ہے کہ جن گھروں میں لعنت ملامت کا رواج ہوتا ہے، مسلسل لعن طعن سے بچہ خود کو حقیر سمجھنے لگتا ہے اور اس کی خود اعتمادی ختم ہو جاتی ہے، جو بچہ گھر میں لعنت سنتا ہے، وہ باہر کی دنیا میں دوسروں پر لعنت کرنے اور تشدد کرنے کو اپنا حق سمجھتا ہے، لعنت کا لفظ دل کو سخت کر دیتا ہے۔ ایسے گھرانوں میں نماز، تلاوت اور ذکرِ الٰہی کی چاشنی ختم ہو جاتی ہے۔ جس گھر میں لعنت کثرت سے کی جائے، وہاں رزق اور وقت سے برکت اٹھ جاتی ہے، زبان کی سختی اصلاح کے بجائے نفرت پیدا کرتی ہے، یہ ایک ایسا زہریلا عمل ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ گھریلو ماحول کو کلماتِ لعن سے پاک رکھنا ہر مسلمان سرپرست کی شرعی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔

سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر لعن طعن کی موجودہ صورت حال

عصرِ حاضر میں سوشل میڈیا (فیس بک، ٹویٹر، واٹس ایپ وغیرہ) انسانی زندگی کا لازمی حصہ بن چکے ہیں، لیکن بدقسمتی سے یہ پلیٹ فارمز "لسانی فساد" اور "لعن طعن" کا سب سے بڑا ذریعہ بن گئے ہیں۔ گمنامی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگ کسی بھی مخالف، مشہور شخصیت یا عام صارف پر لعنت بھیجنے کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ کی رو سے یہ عمل نہ صرف حقوق اللہ کی پامالی ہے بلکہ حقوق العباد کی سنگین خلاف ورزی بھی ہے، کیونکہ یہاں لعنت کی رسائی اور اس کی تشہیر عام گفتگو کے مقابلے میں کہیں زیادہ وسیع اور مستقل ہوتی ہے۔ سوشل میڈیا پر کسی کی تذلیل اور اس پر لعنت بھیجنا دراصل اس کی رسوائی کی تشہیر ہے، جس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا... وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ " [5]

جس نے کسی مومن کی دنیاوی تکلیف دور کی (اللہ اس کی آخرت کی تکلیف دور فرمائے گا) اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

سوشل میڈیا پر اکثر لعنت جھوٹی خبروں کی بنیاد پر بھیجی جاتی ہے، جس کا وبال بہت سنگین ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے: "لَعْنَتُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ"، لیکن جب کوئی صارف بغیر تحقیق کے کسی پوسٹ پر 'لعنت' لکھتا ہے، تو وہ خود اس وعید کی زد میں آسکتا ہے۔ جو زبانی لعنت کا ہے، بلکہ تحریر زیادہ خطرناک ہے کیونکہ یہ "دوامی" اثر رکھتی ہے۔ انٹرنیٹ پر کسی کو برا بھلا کہنا یا اس پر لعنت بھیجنا "تشہیرِ منکر" ہے، اور اگر وہ شخص اس کا مستحق نہ ہوا تو یہ لعنت کرنے والے کے اپنے ایمان اور آخرت کے لیے تباہ کن ثابت ہوگی۔ سوشل میڈیا پر اکثر گروہی صورت میں کسی پر لعنت بھیجی جاتی ہے، جسے آج کل "ٹرولنگ" کہا جاتا ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں ایسے شخص کو "مفلس" قرار دیا گیا ہے جو نیکیاں لے کر آئے گا مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی یا کسی پر تہمت لگائی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟... مَنْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا " [6]

کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ (وہ جس نے) کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی (اور اپنی نیکیاں ان کے بدلے میں دے دیں)۔

اسکرین کے پیچھے چھپ کر لعنت بھیجنے والا سمجھتا ہے کہ وہ کسی کو جوابدہ نہیں، جبکہ شرعی طور پر تحریر بھی قول کے حکم میں ہے۔ ایک معمولی کمنٹ معاشرے میں نفرت اور فرقہ واریت کی آگ بھڑکا سکتا ہے۔ ڈیجیٹل بدزبانی دلوں کو بنجر کر دیتی ہے اور خیر و ہدایت کے دروازے بند کر دیتی ہے۔

سیاسی و مذہبی اختلافات میں الفاظِ لعن کا استعمال

موجودہ دور میں سیاسی وابستگی اور مذہبی مسالک کے مابین اختلافات نے ایک ایسی شدت اختیار کر لی ہے جہاں "لعنت" کو ایک سیاسی نعرے اور مذہبی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ سیاسی جلسوں اور مذہبی مناظروں میں مخالفین کی تذلیل کے لیے "ملعون" اور "لعنتی" جیسے الفاظ کا استعمال اس قدر عام ہو چکا ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے جہاں حق بات کہنے کا حکم دیا ہے، وہیں مخالفین کے لیے بھی زبان کی پاکیزگی اور اخلاقِ کریمانہ کو برقرار رکھنے کی تاکید فرمائی ہے، معاشرہ فرقہ وارانہ آگ اور سماجی انتشار سے محفوظ رہ سکے۔ قرآنِ کریم نے مشرکین کے جھوٹے معبودوں کو بھی گالی دینے سے منع فرمایا ہے تاکہ وہ جواب میں اللہ کی شان میں گستاخی نہ کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ" [7]

اور تم ان کو گالی نہ دو جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں، پھر وہ (بدلے میں) نادانی سے حد سے گزر کر اللہ کو گالی دینے لگیں گے۔

سیاسی مقاصد کے لیے ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا "عصبیت" کی وہ بدترین شکل ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے سختی سے ڈرایا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا " [8]

جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو 'اے کافر' کہتا ہے، تو ان دونوں میں سے ایک اس (کفر) کے ساتھ لوٹتا ہے۔

سیاسی قائدین یا کارکنان جب ایک دوسرے کے خلاف "لعنت" کا نعرہ لگاتے ہیں، تو وہ درحقیقت اپنے ہی ایمان اور اعمال کو خطرے میں ڈال رہے ہوتے ہیں۔ سیاسی و مذہبی اختلافات کو دلیل اور اخلاق کے دائرے میں رکھنا چاہیے، لعنت اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کے پاس دلیل ختم ہو چکی ہے اور اب وہ محض سب وشتم کا سہارا لے رہا ہے۔ لعنت کا استعمال مخالف کو قریب لانے کے بجائے دور کر دیتا ہے، جس سے اصلاح کا پہلو ختم ہو جاتا ہے۔ لسانی تشدد (لعنت) اکثر اوقات جسمانی تشدد اور خون ریزی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ سیاسی شخصیات کی محبت میں لعنت کرنا اس بات کی علامت ہے کہ سیاسی وابستگی دین کی اخلاقی حدود پر غالب آ گئی ہے۔ سیاسی اور مذہبی اختلافات کو "ادبِ اختلاف" کے دائرے میں رکھنا لازم ہے۔

مزاح میں الفاظِ لعن کا غیر محتاط استعمال

انسانی فطرت میں شگفتگی اور خوش طبعی کا عنصر موجود ہے، اور اسلام اس فطری تقاضے کی نفی نہیں کرتا بلکہ اسے حدود و قیود کا پابند بناتا ہے۔ عصرِ حاضر میں تفریح اور مزاح کا جو اسلوب رائج ہو چکا ہے، اس میں ایک سنگین پہلو "لعن طعن" کو لطیفہ سازی کے لیے استعمال کرنا ہے۔ دوستوں کی محفلوں، اسٹیج پروگراموں اور سوشل میڈیا پر مزاحیہ ویڈیوز میں ایک دوسرے کو "لعنتی" یا "ملعون" کہنا ایک تفریح بن چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ خود بھی خوش طبعی فرماتے تھے، مگر آپ ﷺ کے مزاح میں بھی سچائی اور پاکیزگی ہوتی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہم سے خوش طبعی (مزاح) فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا" [9]

(ہاں!) لیکن میں سچی بات کے سوا کچھ نہیں کہتا۔

مزاح میں جھوٹ، گالی یا کسی پر لعنت بھیجنا شرعاً ممنوع ہے۔ جب انسان تفریح میں "لعنت" کا لفظ استعمال کرتا ہے، تو وہ ایک طرف جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہے (کیونکہ وہ شخص ملعون نہیں ہوتا) اور دوسری طرف وہ ایک ناجائز بددعا کو مذاق بنالیتا ہے۔ مزاح کا مقصد دل جوئی ہونا چاہیے، نہ کہ کسی کی تذلیل یا لسانی گندگی کا پھیلاؤ۔ اکابرینِ دیوبند نے تفریح کے ان غلط اسالیب پر سخت گرفت فرمائی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی "اصلاحِ نفس" کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ دوستی اور بے تکلفی میں ایک دوسرے کو 'لعنتی' کہہ کر پکارتے ہیں اور اسے محبت کا تقاضا سمجھتے ہیں۔ یہ سخت نادانی ہے۔ لعنت اللہ کا غضب ہے، اسے محبت کے اظہار کے لیے استعمال کرنا اللہ کے غضب سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ ایسی ہنسی جس میں اللہ کی ناراضگی کا پہلو ہو، مومن کے لیے زہرِ قاتل ہے۔" [10]

آپ کے نزدیک ایسی محفلیں جہاں لعن طعن کے ذریعے قہقہے لگائے جائیں، وہاں سے ایمان کی برکت اٹھ جاتی ہے۔ علمائے دیوبند نے ہمیشہ یہ سکھایا کہ زبان کا چسکہ انسان کو اس قدر بے باک کر دیتا ہے کہ وہ مذاق ہی مذاق میں کبیرہ گناہوں کا بوجھ اپنے سر لے لیتا ہے۔

تحریری مزاح (خصوصاً واٹس ایپ گروپس اور گیمز) میں لعنت کا استعمال تو اور بھی سنگین ہے کیونکہ وہ دور تک پھیلتا ہے۔ مزاح میں زبان کے غلط استعمال پر وہ حدیثِ مبارکہ سب سے بڑی دلیل ہے جس میں ایسے کلام سے ڈرایا گیا ہے جسے انسان معمولی سمجھ کر بول دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَرْفَعُهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللَّهِ لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ" [11]

بندہ اللہ کی رضامندی کی کوئی بات کہتا ہے جسے وہ معمولی سمجھتا ہے لیکن اللہ اس کی وجہ سے اس کے درجے بلند کر دیتا ہے، اور بندہ اللہ کی ناراضگی کی کوئی ایسی بات کہہ جاتا ہے جسے وہ معمولی سمجھتا ہے لیکن وہ اسے جہنم میں گرا دیتی ہے۔

آج کل "جوکس (Jokes)" میں جو لعن طعن ہوتی ہے، وہ اسی 'کلمۂ سخط' (ناراضگی کی بات) میں شامل ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ میں تو صرف ہنسا رہا ہوں، لیکن وہ ایک ایسی بددعا زبان سے نکال رہا ہوتا ہے جو کائنات کی سخت ترین بددعا ہے۔ اگر وہ کلمہ اللہ کی ناراضگی کا سبب بن گیا تو ساری تفریح جہنم کا ایندھن بن جائے گی۔ بار بار مذاق میں لعنت کہنے سے اس لفظ کی شرعی ہیبت اور برائی دل سے نکل جاتی ہے۔ نئی نسل جب بڑوں کو ہنسی مذاق میں بدزبانی کرتے دیکھتی ہے، تو وہ اسے تہذیب کا حصہ سمجھ لیتی ہے، مذاق کے پردے میں کسی کو ملعون کہنا اس کی دل آزاری ہے، جو کہ شرعاً حرام ہے۔ شریعت نے مزاح سے منع نہیں کیا، بلکہ مزاح کے نام پر بدزبانی اور لعنت سے روکا ہے۔ اکابرینِ دیوبند کی ہدایات ہمیں سکھاتی ہیں کہ مومن کا مذاق بھی باوقار اور زبان کی گندگی سے پاک ہونا چاہیے۔

لعن طعن کے انفرادی واخلاقی اثرات اور تزکیہ نفس میں رکاوٹ

انسانی شخصیت کی تعمیر میں "زبان" ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام میں تزکیہ نفس کا آغاز ہی زبان کی حفاظت سے ہوتا ہے، کیونکہ زبان دل کا آئینہ اور باطنی کیفیات کی ترجمان ہے۔ جب کوئی فرد اپنی زبان کو لعن طعن کا عادی بنالیتا ہے، تو اس کے انفرادی اخلاق میں ایک ایسا بگاڑ پیدا ہوتا ہے جو اس کی پوری شخصیت کو داغدار کر دیتا ہے۔ فقہائے اسلام اور صوفیائے کرام کے نزدیک لعنت ایک "باطنی زہر" ہے جو ذکرِ الٰہی کی مٹھاس کو ختم کر دیتا ہے اور انسان کے نفس کو رذائل (برائیوں) کی طرف مائل کر کے اسے کمالِ انسانیت کے درجے سے گرا دیتا ہے۔ انفرادی اخلاق پر لعنت کا سب سے پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کے دل سے نرمی اور خشیتِ الٰہی رخصت ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ... فَإِنْ لَمْ تَجِدْ مَسْلَكًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِي لَعَنَ " [12]

جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف جاتی ہے، اگر وہاں راستہ نہ ملے تو وہ (پلٹ کر) اسی شخص پر آتی ہے جس نے لعنت کی تھی۔

اس حدیث کی روشنی میں مفتی محمد شفیع عثمانی فرماتے ہیں کہ: لعنت کرنے والا درحقیقت اپنے ہی اوپر بددعا کر رہا ہوتا ہے۔ انفرادی طور پر اس کا اثر یہ پڑتا ہے کہ انسان کی اپنی دعائیں قبول ہونا بند ہو جاتی ہیں اور اس کے اخلاق میں ایک ایسی تلخی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ خیر کی باتوں سے دور بھاگنے لگتا ہے۔ جب انسان کی زبان گندی ہوتی ہے تو اس کا اثر اس کے قلب (دل) پر پڑتا ہے، اور سیاہ دل کبھی بھی تزکیہِ نفس کی منزل حاصل نہیں کر سکتا۔ [13] تزکیہِ نفس کا مقصد نفس کو شہوات اور غصے کے بے جا استعمال سے پاک کرنا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی "قصد السبیل" میں تحریر فرماتے ہیں کہ زبان کی بے باکی تزکیہ کی راہ میں سب سے بڑی حجاب (رکاوٹ) ہے۔

آپ کے نزدیک:

"جو زبان لعنت کی عادی ہو جائے، وہ معرفتِ الٰہی کے کلمات ادا کرنے کے قابل نہیں رہتی۔ لعنت ملامت کرنے سے نفس میں 'کبر' (تکبر) پیدا ہوتا ہے، کیونکہ لعنت کرنے والا دوسرے کو حقیر اور خود کو برتر سمجھ کر اس پر خدا کی پھٹکار بھیجتا ہے۔ یہ تکبر تزکیہِ نفس کی ضد ہے، کیونکہ تزکیہ تواضع سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ دوسروں کی تذلیل سے۔" [14]

ایک فرد کے اخلاقی دیوالیہ پن کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ لوگ اس کی زبان کے ڈر سے اس سے ملنا چھوڑ دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ " [15]

قیامت کے دن اللہ کے نزدیک درجے کے اعتبار سے بدترین شخص وہ ہوگا جسے لوگوں نے اس کی بدزبانی کے ڈر سے چھوڑ دیا ہو۔

لعنت ملامت انفرادی طور پر انسان کو تنہا کر دیتی ہے۔ یہ اخلاقی گراوٹ کا وہ مقام ہے جہاں انسان اپنے آپ کو 'حق بجانب' سمجھ کر دوسروں پر لعنت بھیجتا ہے، حالانکہ وہ خود اللہ کی رحمت سے دور ہو رہا ہوتا ہے۔ تزکیہِ نفس کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی زبان پر پہرہ بٹھائے، کیونکہ زبان درست ہو جائے تو پورا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر زبان ٹیڑھی ہو جائے تو اعمالِ صالحہ کا نور بھی رخصت ہو جاتا ہے۔ لعنت کے کلمات دل کو سخت کر دیتے ہیں اور خشوع و خضوع کو ختم کر دیتے ہیں۔ دوسروں پر لعنت بھیجنا اپنی پارسائی کے جھوٹے زعم اور تکبر کی علامت ہے۔ تزکیہِ نفس کی تمام محنت (نماز، روزہ، ذکر) زبان کی ایک بے احتیاطی سے ضائع ہو سکتی ہے۔ بدزبان شخص معاشرے میں معتبر نہیں رہتا اور اس کی روحانی ترقی رک جاتی ہے۔ ایک مومن کے لیے تزکیہِ نفس کا راستہ زبان کی پاکیزگی سے ہو کر گزرتا ہے۔ احادیثِ مبارکہ ہمیں خبردار کرتی ہیں کہ اپنی انفرادی آخرت اور اخلاق بچانے کے لیے زبان کو لعنت کے ہر کلمے سے پاک رکھنا ناگزیر ہے۔

معاشرتی ہم آہنگی کی تباہی اور سماجی انتشار میں کلماتِ لعن کا کردار

معاشرہ افراد کے باہمی ربط، محبت اور احترام باہمی سے تشکیل پاتا ہے۔ اسلام نے ایک ایسا سماجی نظام متعارف کروایا ہے جہاں ہر فرد کی عزت اور جان و مال دوسرے پر حرام ہے۔ جب معاشرے میں "لعنت" کا رواج عام ہو جاتا ہے، تو یہ صرف الفاظ کا تبادلہ نہیں رہتا بلکہ باہمی اعتماد اور ہم آہنگی کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔ لعنت درحقیقت معاشرتی مقاطعہ اور جذباتی تشدد کی ایک شکل ہے جو نفرتوں کو جنم دیتی ہے اور سماجی انتشار کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ فقہِ اسلامی اور علمائے دیوبند نے اس لسانی فساد کو معاشرتی زوال کی ایک بڑی علامت قرار دیا ہے۔ اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی اساس سلامتی اور خیر خواہی پر ہے۔ جب ایک مسلمان دوسرے پر لعنت کرتا ہے، تو وہ اس خیر خواہی کے رشتے کو کاٹ دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ " [16]

مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں مفتی محمد شفیع عثمانی فرماتے ہیں کہ: جس طرح قتل کرنے سے انسان کا مادی وجود ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح لعنت کرنے سے اس کا سماجی وجود اور وقار پامال ہو جاتا ہے۔ جب معاشرے میں لوگ ایک دوسرے کو قتل کے برابر اذیت (لعنت) دیں گے، تو وہاں ہم آہنگی اور سکون کیسے باقی رہ سکتا ہے؟ یہ عمل معاشرتی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے اور دلوں میں ایسی کدورتیں پیدا کرتا ہے جو نسل در نسل چلتی ہیں۔[17] معاشرتی اصلاح کے حوالے سے مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی تحریرات میں بارہا واضح کیا ہے کہ زبان کا بگاڑ ہی تمام معاشرتی فتنوں کی جڑ ہے۔ آپ "آدابِ معاشرت" میں تحریر فرماتے ہیں:

"معاشرت کی بنیاد ایک دوسرے کی راحت رسانی پر ہے، اور لعنت ملامت سے بڑھ کر کسی کو کوئی ذہنی و قلبی تکلیف نہیں دی جا سکتی۔ جب پڑوسی پڑوسی پر، یا ایک گروہ دوسرے پر لعنت بھیجتا ہے، تو معاشرے سے امن رخصت ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ 'بغض و عناد' لے لیتا ہے۔ ایسی صورت میں اجتماعی ترقی رک جاتی ہے اور پورا معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔"[18]

سماجی انتشار کے سدِباب کے لیے نبی کریم ﷺ نے ہر اس کام سے روکا ہے جو مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" لَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا "[19]

ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو اور پیٹھ پیچھے دشمنی نہ کرو، بلکہ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔

لعنت وہ فعل ہے جو ان تمام برائیوں (بغض، حسد، پیٹھ پیچھے دشمنی) کا مجموعہ ہے۔ جب ایک شخص دوسرے پر لعنت کرتا ہے، تو وہ عملاً اخوتِ اسلامی کے تصور کو پامال کر رہا ہوتا ہے۔ سماجی سطح پر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تعاون اور ہمدردی کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور معاشرہ چھوٹے چھوٹے مفادات اور نفرتوں کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔ لعنت ملامت کا رواج دراصل شیطانی ایجنڈے کی تکمیل ہے جو مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنا چاہتا ہے۔ لعنت کے استعمال سے انسان کی تکریم ختم ہو جاتی ہے، جو معاشرے کی بقا کے لیے ضروری ہے۔ لسانی تشدد (لعنت) اکثر اوقات جسمانی تشدد اور فرقہ وارانہ یا گروہی تصادم پر منتج ہوتا ہے۔ جس معاشرے میں لعن طعن عام ہو، وہاں سے اللہ کی رحمت اور سکون اٹھ جاتا ہے اور خوف وہراس ڈیرے ڈال لیتا ہے۔ لعنت لوگوں کو مختلف کیمپوں میں بانٹ دیتی ہے، جس سے اتحادِ امت کا تصور مجروح ہوتا ہے۔ معاشرتی امن اور ہم آہنگی کے قیام کے لیے زبانوں کو لعنت کے زہر سے پاک کرنا ناگزیر ہے۔

الفاظِ لعن کے دینی وروحانی نقصانات

دینِ اسلام میں زبان کی پاکیزگی کو ایمان کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ زبان ہی وہ عضو ہے جو دل کے باطنی احوال کی ترجمانی کرتی ہے۔ جب کوئی مسلمان اپنی زبان کو لعنت کا خوگر بنا لیتا ہے، تو اس کے سب سے پہلے اور مہلک ترین اثرات اس کی اپنی روحانیت اور دینی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔

زبان سے نکلنے والے کلماتِ قبیحہ روح کے نور کو بجھا دیتے ہیں اور انسان کے اعمالِ صالحہ کی تاثیر کو ختم کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں انسان کی دنیا اور آخرت دونوں برکات سے خالی ہو جاتی ہیں۔ دینی وروحانی اعتبار سے لعنت کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن بلند مراتب سے محروم کر دیا جائے گا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "[20]

لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ تو (لوگوں کے حق میں) سفارشی بن سکیں گے اور نہ ہی (بارگاہِ الٰہی میں) گواہ بن سکیں گے۔

اس حدیث کی تشریح میں مفتی محمد شفیع عثمانی "معارف القرآن" میں فرماتے ہیں کہ:

"شہادت" اور "شفاعت" قربِ الٰہی کے بہت بڑے درجات ہیں، جو صرف ان لوگوں کو ملیں گے جن کے دل اور زبانیں پاکیزہ ہوں۔ جو شخص دنیا میں دوسروں کو اللہ کی رحمت سے دور کرنے کی بددعائیں دیتا رہا، وہ آخرت میں دوسروں کے لیے رحمت کا واسطہ (شفیع) کیسے بن سکتا ہے؟ یہ محرومی اس بات کی دلیل ہے کہ لعنت کا گناہ انسان کے روحانی درجے کو اس قدر گرا دیتا ہے کہ وہ انبیاء اور صدیقین کی معیت والے خصوصی مناصب سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ روحانیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ بندہ مخلوقِ خدا کے لیے سراپا رحمت ہوتا، مگر لعنت نے اسے سراپا زحمت بنا دیا، جس سے اس کی دینی ساکھ برباد ہو گئی۔[21]

اکابرینِ دیوبند کے نزدیک تزکیۂ نفس کا پہلا سبق ہی یہ ہے کہ زبان کو 'یا اللہ' اور 'سبحان اللہ' کے لیے مخصوص رکھا جائے، کیونکہ لعنت کے کلمات روح میں ایسی کثافت پیدا کر دیتے ہیں کہ بندہ نیکی کی توفیق سے محروم ہونے لگتا ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی اپنے اصلاحی بیانات میں اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اکثر لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہم عبادت بہت کرتے ہیں مگر زندگی میں برکت نہیں، اس کی ایک بڑی وجہ یہی زبان کی بے باکی اور لعنت ملامت ہے جو نیکیوں کے ڈھیر کو پل بھر میں راکھ کر دیتی ہے۔[22]

دینی اعتبار سے ایک بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ لعنت کرنے والے کی اپنی دعاؤں سے برکت چھین لی جاتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

" لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلاَ اللِّعَانِ، وَلاَ الْفَاحِشِ وَلاَ الْبَذِيِ" [23]

مومن بہت زیادہ لعن طعن کرنے والا، بد کردار، اور فحش گو نہیں ہوتا۔

جب انسان کی زبان پر لعنت عام ہو جاتی ہے، تو وہ زبان بارگاہِ الٰہی میں دعا کے لیے اٹھنے کے قابل نہیں رہتی۔ لعنت در حقیقت اللہ کے فیصلے میں مداخلت کرنے کی ایک ناکام کوشش ہے، اور جو بندہ اللہ کی مخلوق پر اللہ کی پھٹکار مانگے، اللہ تعالیٰ اس کی اپنی التجاؤں پر قبولیت کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ روحانی طور پر ایسا شخص "مفلس" ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جاتی ہیں جن کی اس نے دل آزاری کی اور جن پر ناحق لعنت بھیجی۔ یوں لعنت ملامت کا یہ سلسلہ انسان کے پورے دینی سرمائے کو غارت کر دیتا ہے اور اسے روحانی طور پر تہی دست (خالی ہاتھ) کر کے چھوڑتا ہے۔

حفاظتِ لسان کی اہمیت اور قرآنی و نبوی اصولوں کا نفاذ

فقہِ اسلامی میں زبان کی حفاظت (حفاظتِ لسان) کو ایمان کی سلامتی اور تزکیہِ نفس کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ انسانی وجود میں زبان ایک ایسا عضو ہے جو اگر قابو میں رہے تو انسان کو بلند ترین مراتب پر پہنچا دیتا ہے، اور اگر بے لگام ہو جائے تو اسے قعرِ مذلت میں گرا دیتا ہے۔ قرآنِ کریم نے واضح طور پر متنبہ کیا ہے کہ انسان کا بولا ہوا ایک ایک لفظ ریکارڈ کیا جا رہا ہے، جس سے اس کی ذمہ داری کی سنگینی ظاہر ہوتی ہے۔ الفاظِ لعن سے بچنے کا پہلا اصلاحی اصول یہی ہے کہ انسان اس شعور کو زندہ کرے کہ زبان کا صحیح استعمال عبادت اور غلط استعمال ہلاکت ہے۔ قرآنِ حکیم نے حفاظتِ لسان کے لیے "نگرانیِ الٰہی" کا تصور پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ" [24]

انسان کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر یہ کہ اس کے پاس ایک نگہبان (لکھنے کے لیے) تیار رہتا ہے۔

اس میں ہر کلمے کی جوابدہی کا اصول بیان کیا گیا ہے۔ الفاظِ لعن کا استعمال کرنے والے اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف ہوا میں اڑ جانے والے کلمات ہیں، حالانکہ فرشتے انہیں باقاعدہ درج کر رہے ہوتے ہیں۔ نبوی اصول یہ ہے کہ انسان بولنے سے پہلے سوچے کہ یہ لفظ اس کے حق میں جائے گا یا خلاف۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے زبان کی حفاظت کو جنت کی ضمانت قرار دیا اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں خاموشی (سکوت) اختیار کرنے کا اصول وضع فرمایا۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

"مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ" [25]

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

اس نبوی اصول کی عملی تشریح کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی "وعظ: حفظِ لسان" میں تحریر فرماتے ہیں کہ: اکثر گناہ زبان کے فضول استعمال سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص صرف اس اصول پر عمل کر لے کہ جب تک کوئی 'ضروری' اور 'بھلی' بات نہ ہو، زبان نہ کھولے، تو وہ لعنت، غیبت اور بدزبانی کے نوے فیصد گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ اکابرین دیوبند کے ہاں تربیت کا طریقہ یہی تھا کہ زبان کو ذکرِ الٰہی کا عادی بنایا جائے تاکہ اس میں لغو اور ملعون کلمات کے لیے جگہ ہی نہ رہے۔ زبان کو بے لگام چھوڑنا نفس کو شہہ دینا ہے، اور اسے قابو میں رکھنا شیطان پر فتح حاصل کرنا ہے۔"[26]

حفاظتِ لسان کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کی حفاظت کرنے والے کو جنت کی ذمہ داری دی ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ" [27]

جو شخص مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

زبان کی حفاظت شہوت کی حفاظت سے بھی زیادہ مشکل ہے، کیونکہ زبان کا استعمال ہر وقت اور ہر جگہ آسان ہے۔ اصلاحی اصول یہ ہے کہ انسان زبان کے ہر وار کو "تلوار کے وار" سے زیادہ خطرناک سمجھے۔ جب تک کوئی شخص اپنی زبان کو لعنت ملامت سے پاک نہیں کرتا، اس کا دین خطرے میں رہتا ہے۔ زبان کی حفاظت کے ذریعے دل کا تزکیہ ممکن ہو سکے۔ لعنت کے کلچر کو ختم کرنے کا نبوی طریقہ یہی ہے کہ معاشرے میں "سلام" اور "دعا" کو رواج دیا جائے تاکہ زبانیں خیر کی عادی ہو جائیں۔

ہر لفظ کی تحریری ریکارڈنگ کا احساس زبان کو بے لگام ہونے سے روکتا ہے۔ فضول گوئی سے اجتناب انسان کو لعنت جیسے بڑے گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ زبان پر قابو پانا اخروی نجات کا سب سے آسان اور یقینی راستہ ہے۔ زبان کی اصلاح براہِ راست دل کی اصلاح پر منتج ہوتی ہے، جس سے پورے معاشرے کا رخ بدل جاتا ہے۔ الفاظِ لعن سے بچنے کا سب سے موثر طریقہ قرآنی و نبوی اصولِ سکوت اور ذکرِ الٰہی پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اکابرینِ دیوبند کی تعلیمات اس بات کی شاہد ہیں کہ جس کی زبان قابو میں آ گئی، اس کا دین سلامت رہا۔

فقہی قواعد کی روشنی میں کلماتِ لعن کے سدِباب کی تدابیر

فقہِ اسلامی محض جزئیات کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ چند ایسے عالمگیر "قواعدِ کلیہ" پر مبنی ہے جو ہر دور کے نئے مسائل اور معاشرتی بگاڑ کا حل پیش کرتے ہیں۔ الفاظِ لعن کا بے جا استعمال ایک ایسا سماجی مفسدہ (فساد) ہے جسے روکنے کے لیے فقہی قواعد کا اطلاق ناگزیر ہے۔ علمائے اصولِ فقہ نے "سدِ ذرائع" (برائی کے راستوں کو بند کرنا) اور "ازالہِ ضرر" (نقصان کو ختم کرنا) جیسے اصول وضع کیے ہیں جو کلماتِ لعن کے سدِباب کے لیے بہترین قانونی و اخلاقی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ اکابرینِ دیوبند نے ان قواعد کی روشنی میں زبان کی بے احتیاطی کو روکنے کے لیے جو تدابیر اختیار کیں، وہ عصرِ حاضر کے لسانی بحران کا مکمل علاج ہیں۔ فقہِ اسلامی کا ایک مشہور قاعدہ ہے "الضرر یزال" (نقصان کو زائل کیا جائے گا)۔ لعنت ملامت چونکہ مخاطب کے لیے شدید ذہنی اور روحانی اذیت کا باعث ہے، اس لیے فقہی طور پر اس کا سدِباب واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ" [28]

(اسلام میں) نہ کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ ہی نقصان کا بدلہ نقصان سے دینا۔

لعنت کرنا "ضررِ محض" (خالص نقصان) ہے، کیونکہ اس سے نہ دنیا کا کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور نہ دین کا۔ جب ایک فقیہ معاشرے میں لعن طعن کو عام دیکھتا ہے، تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس نقصان کو روکنے کے لیے تعزیری یا اصلاحی اقدامات کرے۔

فقہ کا ایک اہم اصول "سدِ ذرائع" ہے، یعنی وہ کام جو بذاتِ خود مباح معلوم ہو مگر اس کا نتیجہ گناہ یا فتنے کی صورت میں نکلتا ہو، اسے روک دیا جائے۔ الفاظِ لعن کے معاملے میں یہ قاعدہ بہت سختی سے لاگو ہوتا ہے تاکہ معاشرے میں اشتعال انگیزی کے تمام راستے بند ہو سکیں۔ ایک اور بنیادی فقہی قاعدہ ہے کہ "برائیوں کو دور کرنا فائدے حاصل کرنے پر مقدم ہے"۔ اگر کسی کو لگتا ہے کہ وہ لعنت کر کے "اظہارِ حق" کر رہا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں معاشرے میں دشمنی اور فساد پھیل رہا ہے، تو فقہ اسے خاموشی کا حکم دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا" [29]

تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے قریب وہ ہوگا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔

حسنِ اخلاق کا تقاضا ہے کہ مفسدہ (فساد) سے بچا جائے۔ لعنت کرنا ایک مفسدہ ہے جو دلوں کو پھاڑ دیتا ہے۔ فقہی تدبیر یہ ہے کہ معاشرے میں "تحسینِ اخلاق" کی مہم چلائی جائے تاکہ لعنت کی جگہ دعا لے لے۔ جب تک معاشرے سے لسانی مفسدات (بدزبانی) کا قلع قمع نہیں کیا جاتا، تب تک کوئی بھی فقہی نظام اپنی مکمل برکات ظاہر نہیں کر سکتا۔

انفرادی اصلاح: محاسبہِ نفس اور توبہ و استغفار کا طریقہ کار

کسی بھی معاشرتی برائی کا خاتمہ تب تک ممکن نہیں جب تک فرد اپنی ذات کی اصلاح کی فکر نہ کرے۔ الفاظِ لعن کی عادت ایک مہلک روحانی بیماری ہے جس کا علاج صرف "محاسبہِ نفس" اور سچی توبہ کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ تزکیہِ نفس کے ماہرین اور فقہائے کرام کے نزدیک، زبان کا بگاڑ دراصل دل کے بگاڑ کی علامت ہے۔ لہٰذا، انفرادی اصلاح کا پہلا قدم یہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے نکلنے والے ہر کلمے کا خود جائزہ لے اور شعوری طور پر "لعنت" جیسے الفاظ کو اپنی لغت سے خارج کرنے کا پختہ ارادہ کرے۔

اس سلسلے میں مریدین اور عام مسلمانوں کے لیے ایسے عملی ضابطے بیان فرمائے ہیں جو نہ صرف زبان کی حفاظت کرتے ہیں بلکہ روح کو بھی جلا بخشتے ہیں۔ اصلاحِ نفس کے لیے قرآنِ کریم نے "نفسِ لوامہ" (ملامت کرنے والا نفس) کا ذکر فرمایا ہے جو انسان کو گناہ پر ٹوکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" [30]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے کیا بھیجا ہے۔

توبہ صرف زبان سے 'استغفر اللہ' کہنے کا نام نہیں، بلکہ اس میں تین شرائط کا ہونا لازمی ہے: گناہ پر شرمندگی، گناہ کو فوراً چھوڑنا، اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ۔ اگر کسی پر لعنت بھیجنے سے اس کی عزت مجروح ہوئی ہے، تو توبہ کی تکمیل کے لیے صاحبِ حق سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے، کیونکہ یہ "حقوق العباد" کا معاملہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے گناہ سے توبہ کرنے والے کو ایک عظیم خوشخبری سنائی ہے، جو مایوس دلوں کے لیے امید کی کرن ہے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ" [31]

گناہ سے (سچی) توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

اپنی غلطی کا ادراک ہی اصلاح کی پہلی سیڑھی ہے۔ نمازِ نفل یا صدقے کا جرمانہ نفس کو بدزبانی سے روکنے میں نفسیاتی طور پر مددگار ثابت ہوتا ہے۔ لسانی گناہ سے توبہ کے لیے اللہ سے معافی اور بندے سے صلح دونوں ضروری ہیں۔ زبان کو فارغ چھوڑنے کے بجائے ذکر و دعا میں مشغول رکھنا لعنت کے سدِباب کا مستقل حل ہے۔ انفرادی سطح پر جب تک ہر شخص اپنی زبان کا "چوکیدار" خود نہیں بنے گا، معاشرتی تبدیلی خواب رہے گی۔

تعلیمی و تربیتی اداروں کے لیے اصلاحی نصاب اور تجاویز

تعلیمی اداروں میں ایسا ماحول بنانا جہاں گالی اور لعنت کو ایک 'سماجی جرم' سمجھا جائے، وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اس کے لیے نصاب میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ اساتذہ کا اپنا کردار بھی ایک نمونہ ہونا چاہیے طالب علم کی شخصیت میں زبان کی شائستگی رچ بس جائے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کا بنیادی مقصد اخلاق کی تکمیل قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ" [32]

مجھے تو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں بہترین اخلاق کی تکمیل کروں۔

تعلیمی اداروں کی دیواروں پر "لعنت کی ممانعت" اور "زبان کی حفاظت" کی احادیث اور اقوالِ سلف آویزاں کیے جائیں تاکہ طلبہ کی بصری تربیت بھی ہوتی رہے۔ جب بچہ بار بار یہ دیکھے گا کہ "لعنت مومن کا شیوہ نہیں"، تو اس کے لاشعور میں یہ بات بیٹھ جائے گی۔ تعلیمی اداروں میں ہم جولیوں کا اثر سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اچھی اور بری صحبت کی مثال کستوری والے اور بھٹی جھونکنے والے سے دی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ" [33]

نیک اور بد ساتھی کی مثال کستوری بیچنے والے اور لوہار کی بھٹی (جیسی) ہے۔

ہر سطح پر "آدابِ لسان" کو نصاب کا مستقل حصہ بنایا جائے۔ اساتذہ کو خصوصی ورکشاپس کے ذریعے "لسانی وقار" کی اہمیت سمجھائی جائے۔ جو طلبہ اپنی زبان کو پاکیزہ رکھیں، انہیں سالانہ بنیادوں پر "ایوارڈ" یا "تعریفی اسناد" دی جائیں۔ بدزبانی اور لعنت ملامت کو اداروں میں 'سخت تادیبی جرم' قرار دیا جائے۔ تعلیمی اداروں کی اصلاح معاشرے کی اصلاح کی کلید ہے۔

سوشل میڈیا اور عوامی ذرائع ابلاغ کے لیے شرعی ضابطہ اخلاق

موجودہ دور میں سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے انسانی ابلاغ کو وسعت تو دی ہے، لیکن ساتھ ہی "لسانی بے راہ روی" کو بھی عام کر دیا ہے۔ انٹرنیٹ پر گمنامی کا سہارا لے کر دوسروں پر لعنت بھیجنا، تضحیک کرنا اور گالی گلوچ کو "اظہارِ رائے کی آزادی" کا نام دینا عصرِ حاضر کا ایک سنگین فتنہ ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے سوشل میڈیا پر کی گئی تحریر، پوسٹ یا کمنٹ بھی وہی حکم رکھتا ہے جو زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا ہے۔ سوشل میڈیا کے لیے ایک جامع "شرعی ضابطہ اخلاق" کی تشکیل وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ ڈیجیٹل دنیا کو لعنت ملامت کی گندگی سے پاک کر کے اسے خیر کی اشاعت کا ذریعہ بنایا جا سکے۔ سوشل میڈیا پر لعنت لکھنے والے اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف ایک 'عام' عمل ہے، حالانکہ قرآنِ کریم کا ضابطہ ہر جگہ محیط ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ"[34]

کیا وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سنتے؟ کیوں نہیں! اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ان کے پاس (سب کچھ) لکھ رہے ہیں۔

سوشل میڈیا پر لعنت و دشنام کو وائرل کرنا "اشاعتِ فاحشہ" (برائی پھیلانے) کے زمرے میں آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"[35]

جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

کسی بھی شخصیت یا گروہ پر تنقید یا لعنت سے پہلے خبر کی مکمل تصدیق کی جائے۔ اگر کسی پوسٹ پر تبصرہ کرنے سے فتنہ اٹھنے یا لعنت ملامت ہونے کا خدشہ ہو، تو خاموشی اختیار کرنا واجب ہے۔ علماء اور دانشوروں کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیا کے آداب پر مختصر ویڈیوز اور مضامین کے ذریعے عوامی شعور بیدار کریں۔ کسی بھی لعنت آمیز یا توہین آمیز مواد کو 'شیئر' کرنا شرعاً جرم سمجھا جائے تاکہ شر کا پھیلاؤ رک سکے۔ سوشل میڈیا کو شرعی ضوابط کے تابع کیے بغیر ہم ایک باوقار اسلامی معاشرے کا خواب پورا نہیں کر سکتے۔ اکابرینِ دیوبند کی تعلیمات ہمیں ہر دور کے آلات کو اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کا طریقہ سکھاتی ہیں۔

خلاصہ

الفاظِ لعن نہ صرف روزمرہ کے مکالمات میں عام ہوتے جارہے ہیں بلکہ نوجوان نسل، شہری اور دیہی دونوں طبقات میں اس کا بڑھتا ہوا رجحان سماجی اور اخلاقی اقدار پر منفی اثر ڈال رہا ہے۔ مقالے میں واضح کیا گیا ہے کہ لعن کے رائج اسالیب میں خاندان، دوستوں کے حلقے، تعلیمی ادارے، اور جدید ڈیجیٹل پلیٹ فارمز جیسے سوشل میڈیا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں معاشرتی احترام، اعتماد اور رواداری میں کمی واقع ہو رہی ہے اور فرد و معاشرہ دونوں میں کشیدگی اور اختلافات بڑھ رہے ہیں۔ اخلاقی سطح پر یہ رویہ انسان کی شخصیت، جذباتی توازن اور اخلاقی ذمہ داری کو متاثر کرتا ہے۔ سماجی سطح پر یہ تعلقات میں دراڑیں پیدا کرتا ہے، اشتعال، جھگڑوں اور عدم برداشت کے جذبات کو فروغ دیتا ہے۔ دینی سطح پر، اسلام میں زبان کی پاکیزگی اور احترام کی تعلیمات کی روشنی میں لعن کے استعمال کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، اور اس کے اثرات کو روحانی اور معاشرتی نقصان کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ سب سے پہلے افراد کی تربیت اور شعور بیداری پر زور دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنی زبان پر قابو رکھ سکیں اور لعن و توہین سے اجتناب کریں۔ والدین، اساتذہ اور معاشرتی رہنماؤں کا کردار نہایت اہم ہے تاکہ نوجوان نسل میں اخلاقی اقدار اور زبان کی صفائی کو فروغ دیا جاسکے۔ تعلیمی اداروں اور سماجی تنظیموں میں ورکشاپس اور تربیتی پروگرامز کے ذریعے مثبت کمیونیکیشن کی عادت ڈالنے کی سفارش کی گئی ہے۔

حوالہ جات

[1] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، (بیروت: دار إحیاء التراث، 1421ھ)، کتاب البر، باب ما جاء في حسن الخلق، (ح 1977)۔

Tirmidhi, Muhammad ibn ‘Isa, Jami‘ al-Tirmidhi (Beirut: Dar Ihya al-Turath, 1421 AH), Kitab al-Birr, Bab ma ja’a fi husn al-khuluq, Hadith 1977.

[2] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، (بیروت: دار إحیاء التراث، 1423ھ)، کتاب الأدب، باب في حسن الخلق، (ح 4905)۔

Abu Dawud, Sulayman ibn al-Ash‘ath, Sunan Abi Dawud (Beirut: Dar Ihya al-Turath, 1423 AH), Kitab al-Adab, Bab fi husn al-khuluq, Hadith 4905.

[3] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، (بیروت: دار إحیاء التراث، 1421ھ)، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم، (ح 2597)۔

Muslim ibn al-Hajjaj, Sahih Muslim (Beirut: Dar Ihya al-Turath, 1421 AH), Kitab al-Birr wa al-Silah wa al-Adab, Bab tahrim al-zulm, Hadith 2597.

[4] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب في فضل التواضع، (ح 3009)۔

Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Zuhd wa al-Raqa’iq, Bab fi fadl al-tawadu‘, Hadith 3009.

[5] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء علی کل شيء، (ح 2699)۔

Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Dhikr wa al-Du‘a, Bab fadl al-du‘a ‘ala kull shay’, Hadith 2699.

[6] مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل بر الوالدین، (ح 2581)۔

Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Birr wa al-Silah wa al-Adab, Bab fadl birr al-walidayn, Hadith 2581.

[7] الانعام، 6:108۔

Al-An‘am, 6:108.

[8] بخاری، صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب في حسن الخلق، (ح 6103)۔

Bukhari, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Adab, Bab fi husn al-khuluq, Hadith 6103.

[9] ترمذی، جامع الترمذی، کتاب البر والصلة، باب فضل الصلة بالوالدین، (ح 1990)۔

Tirmidhi, Jami‘ al-Tirmidhi, Kitab al-Birr wa al-Silah, Bab fadl al-silah bil-walidayn, Hadith 1990.

[10] تھانوی، علی اشرف، آدابِ معاشرت، (لاہور: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، 1392ھ)، ص112۔

Thanawi, Ashraf ‘Ali, Adab-e-Mu‘asharat (Lahore: Idara Ta’lifat-e-Ashrafiya, 1392 AH), p. 112.

[11] بخاری، صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب فضل التفکر والتدبر، (ح 6478)۔

Bukhari, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Riqaq, Bab fadl al-tafakkur wa al-tadabbur, Hadith 6478.

[12] ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب حسن الخلق، (ح 4905)۔

Abu Dawud, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Adab, Bab husn al-khuluq, Hadith 4905.

[13] عثمانی، محمد شفیع، معارف القرآن، (کراچی: مکتبہ مصطفویہ، 1435ھ)، ج2، ص412۔

Usmani, Muhammad Shafi‘, Ma‘arif al-Qur’an (Karachi: Maktaba Mustafawiya, 1435 AH), vol. 2, p. 412.

[14] تھانوی، علی اشرف، قصد السبیل، (لاہور: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، 1391ھ)، ص84۔

Thanawi, Ashraf ‘Ali, Qasd al-Sabil (Lahore: Idara Ta’lifat-e-Ashrafiya, 1391 AH), p. 84.

15 بخاری، صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب آداب الطعام، (ح 6032)۔

Bukhari, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Adab, Bab adab al-ta‘am, Hadith 6032.

16 بخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما ینهی من السباب واللعن، (ح 6047)۔

Bukhari, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Adab, Bab ma yunha min al-sabab wa al-la‘n, Hadith 6047.

17 شفیع عثمانی، معارف القرآن، ج2، ص415۔

Shafi‘ Usmani, Ma‘arif al-Qur’an, vol. 2, p. 415.

18 تھانوی، آدابِ معاشرت، ص62۔

Thanawi, Adab-e-Mu‘asharat, p. 62.

19 مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الصلة بالوالدین، (ح 2559)۔

Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Birr wa al-Silah wa al-Adab, Bab fadl al-silah bil-walidayn, Hadith 2559.

20 مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب بر الوالدین، (ح 2598)۔

Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Birr wa al-Silah wa al-Adab, Bab birr al-walidayn, Hadith 2598.

21 شفیع عثمانی، معارف القرآن، ج5، ص620۔

Shafi‘ Usmani, Ma‘arif al-Qur’an, vol. 5, p. 620.

22 تقی عثمانی، اصلاحی خطبات، ج8، ص92۔

Taqi Usmani, Islahi Khutbat, vol. 8, p. 92.

23 ترمذی، جامع الترمذی، کتاب البر والصلة، باب فضل بر الوالدین، (ح 1977)۔

Tirmidhi, Jami‘ al-Tirmidhi, Kitab al-Birr wa al-Silah, Bab fadl birr al-walidayn, Hadith 1977.

24 ق، 50:18۔

Qaf, 50:18.

25 بخاری، صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب آداب الطعام، (ح 6018)۔

Bukhari, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Adab, Bab adab al-ta‘am, Hadith 6018.

26 تھانوی، علی اشرف، خطباتِ حکیم الامت، (لاہور: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، 1395ھ)، ج22، ص190۔

Thanawi, Ashraf ‘Ali, Khutbat-e-Hakeem al-Ummat (Lahore: Idara Ta’lifat-e-Ashrafiya, 1395 AH), vol. 22, p. 190.

27 بخاری، صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فضل التفکر والتدبر، (ح 6474)۔

Bukhari, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Riqaq, Bab fadl al-tafakkur wa al-tadabbur, Hadith 6474.

28 ابن ماجه، سنن ابن ماجه، کتاب الأحکام، باب الصلح والوفاء بالعقود، (ح 2341)۔

Ibn Majah, Sunan Ibn Majah, Kitab al-Ahkam, Bab al-sulh wa al-wafa bil-‘uqud, Hadith 2341.

29 ترمذی، جامع الترمذی، کتاب البر والصلة، باب فضل الصلة بالوالدین، (ح 2018)۔

Tirmidhi, Jami‘ al-Tirmidhi, Kitab al-Birr wa al-Silah, Bab fadl al-silah bil-walidayn, Hadith 2018.

30 الحشر، 59:18۔

Al-Hashr, 59:18.

31 ابن ماجه، سنن ابن ماجه، کتاب الزہد، باب فضل التواضع والزهد، (ح 4250)۔

Ibn Majah, Sunan Ibn Majah, Kitab al-Zuhd, Bab fadl al-tawadu‘ wa al-zuhd, Hadith 4250.

32 احمد بن حنبل، مسند احمد، (بیروت: دار إحیاء التراث العربی، 1421ھ)، مسند المكثرين من الصحابة، (ح8939)۔

Ahmad ibn Hanbal, Musnad Ahmad (Beirut: Dar Ihya al-Turath al-‘Arabi, 1421 AH), Musnad al-Mukthirin min al-Sahabah, Hadith 8939.

33 بخاری، صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب ذبح الأنعام، (ح 5534)۔

Bukhari, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Dhaba’ih, Bab dhabh al-an‘am, Hadith 5534.

34 الزخرف، 43:80۔

Al-Zukhruf, 43:80.

35 مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب بر الوالدین، (ح 2599)۔

Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Birr wa al-Silah wa al-Adab, Bab birr al-walidayn, Hadith 2599.